رمضان المبارک ـــ اور اس کے تقاضے

اسلام ایک ایسا دین ہے کہ جس کی خوبیوں کا اگر ہم شمار کرنا چاہیں تو ناممکن ہے۔ دین کے ہر پہلو کو بنظر عمیق دیکھا جائے تو اس میں انسانیت کیلئے ان گنت فوائد ہیں۔ اسلامی اصولوں پر مبنی تجارت ہو کہ سیاست، سفارت ہو کہ معاملات۔ اجتماعی زندگی ہو یا ازدواجی زندگی، عبادت ہو یا ریاضت۔ غرضیکہ کوئی شعبہ زندگی ایسا نہیں جس میں انسانیت کی فلاح اور بہتری کے نمایاں پہلو نہ ہوں۔

عبادت میں روزہ کو لیجیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ماہ کے روزے اپنے مومن بندوں پر فرض کیئے۔ جہاں اس سے اللہ تعالیٰ کی بندگی اور وحدانیت کا اظہار ہوتا ہے۔وہاں یہ آدمیت کیلئے بہترین تربیتی پہلو بھی رکھتا ہے۔ فرمان ربانی ہے:

یا ایھاالذین آمنوا کتب علیکم الصیّام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتّقون (البقرہ ۱۸۳)

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے روزے کی فرضیت کا حکم دیا ہے اور فرمایا۔ کہ یہ عمل تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کیا گیا تھا اور اس سے مطلوب و مقصود اللہ تعالیٰ کا خوف اور دل میں تقویٰ پیدا کرنا ہے۔ جہاں روزہ ہمیں دوسروں کی بھوک اور پیاس کا احساس دلاتا ہے وہاں تزکیہ نفس کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔ روزہ سے بدن کی روحانی صفائی، اور برے اعمال اور اخلاق سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ وہ غلط کام جو عام حالات میں کسی سے سرزد ہو جاتے ہیں۔ لیکن روزہ کی حالت میں وہ اس سے اجتناب کرتا ہے۔ گویا روزہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ خود

انسان کی تربیت کا بہترین ذریعہ ہے۔

جو شخص روزہ کی حالت میں جھوٹ، فریب، غیبت سے اجتناب نہیں کرتا ایسے شخص کا بھوکا اور پیاسا رہنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ نہ ہی ایسے روزے کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت ہے۔ کیونکہ کھانا پینا چھوڑ دینے کا نام روزہ نہیں، بلکہ اس کے تقاضے بڑے اعلیٰ و ارفع ہیں۔ انسان کو تمام برائیوں سے پاک صاف کرنا اور اس کی عادات و اطوار کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فرمودات کے مطابق ڈھالنا ہی روزے کا مقصود ہے۔

آج ہمارے معاشرے میں بے شمار برائیاں جڑ پکڑ چکی ہیں۔ جس میں جھوٹ سرفہرست ہے۔ اگر کوئی شخص ان سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہے تو یہ مبارک مہینہ اس کے لیے نادر موقع ہے۔ اس میں وہ اپنی بہترین تربیت کر سکتا ہے۔

رمضان المبارک عبادت کا مہینہ ہے۔ اس کے تقدس کو بحال رکھنا حکومت کی بھی ذمہ داری ہے اور ہماری بھی! علماء کرام اور خطباء حضرات کو خصوصاً اس موقعہ پر لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کروانی چاہیے کہ وہ اس مبارک مہینہ کا احترام کریں اور اس میں زیادہ سے زیادہ وقت عبادت میں صرف کریں اور تزکیہ نفس کریں اور حکومت کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے تمام وسائل خصوصاً میڈیا کے ذریعے روزے کی اہمیت افادیت کو اجاگر کرے۔ اور T.V اور ریڈیو سے فحش پروگرام بند کرے۔ اس کی جگہ تلاوت قرآن حکیم درس قرآن و حدیث پیش کرے۔ روزہ رکھ کر وہی فحش پروگرام دیکھنے اور سننے ہیں تو روزہ کا کیا فائدہ؟ بخاری

شریف کی ایک حدیث میں ہے:

الصیام جنة فاذا کان احدکم صائماً فلا یرفث ولا یجهل فان امرؤ قاتله او شاتمه فلیقل انی صائم مرتین۔۔۔ الی آخره

روزہ ایک ڈھال ہے۔ جب تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو وہ جنسی گفتگو نہ کرے۔ جہالت کی باتیں نہ کرے اور اگر کوئی آدمی اس سے جھگڑا کرے یا گالی دے تو اسے کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔ گویا روزہ انسان کو ڈھال کا کام دیتا ہے۔ اس کے ذریعے بری گفتگو اور یاوا گوئی اور فحش کلامی سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

اس لیے ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ماہ رمضان المبارک جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا مہینہ ہے وہاں ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کا صحیح حق ادا کریں اور تزکیہ نفس اور طہارت کی طرف پوری توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ جیسی دولت سے مالامال فرمائے۔ آمین

۱۵ شعبان کی رات اور مسلمانوں کیلئے لمحہ فکریہ!

اسلام دین فطرت ہے۔ اس کے جملہ امور فطرت کے عین مطابق ہیں۔ تجارت کے اصول ہوں یا معاملات، عبادت ہو یا معاشرتی تعلقات، لین دین ہو یا تعلیم و تربیت۔ سب کے سب فطرت کے اصول کے مطابق ہیں۔ اسلام کا اعجاز ہی یہی ہے کہ کوئی بھی شخص جب اس کے تمام پہلوؤں پر غور کرتا ہے تو کوئی بات بھی اسے عجیب معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن آج کے دور میں چند ایسی باتیں ظہور پذیر ہو چکی ہیں جنہیں زبردستی اسلام کا حصہ قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان کا اسلام

سے کوئی تعلق نہیں۔ مثلاً ۱۵ شعبان کی رات جسے عرف عام میں "شب برات" کا نام دیا جاتا ہے۔ اور اس رات جو کچھ کیا جاتا ہے ہر عقلمند سمجھتا ہے کہ اس کا اسلام سے کس قدر تعلق ہوگا۔ کس قدر اسراف کیا جاتا ہے اور پوری رات بغیر کسی وقفے سے ادو هم مچایا جاتا ہے۔ اور اسلام کا شیدائی ہونے کا ثبوت فراہم کیا جاتا ہے۔ اب اس پر بس نہیں بلکہ بریلوی مکتب فکر کے علماء نے اس رات اپنی تمام مسجدوں میں لاؤڈ سپیکروں پر جس نام نہاد عبادت کا مظاہرہ کیا اس سے مسلمانوں کی عبادت کا ایک نیا تصور پیش ہوا۔ ہر طرف سے ہا۔ ہو کی آوازیں آرہی تھیں۔ بھلا! یہ کیسی عبادات تھیں۔ جن کا لاؤڈ سپیکر پر کرنا ضروری تھا۔ قطع نظر اس بات کے کہ جو کچھ وہ کرتے ہیں اور پڑھتے ہیں اس کا کیا ثبوت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور صحابہ نے آیا ایسا کیا.....! لیکن یہ بات ثابت شدہ ہے کہ کوئی بھی عبادت ہو جس میں ریاکاری کا پہلو موجود ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں۔ تو سپیکروں پر یہ طریقہ عبادت کس ضمن میں آتا ہے۔ کس کو سنانے کیلئے یہ شور و غوغا.....!

ہمیں بحیثیت مسلمان یہ بات جان لینی چاہیے کہ اسلام قبول کرنے کا یہ ہر گز مطلب نہیں کہ ہم جو چاہیں کریں۔ بلکہ مسلمان ہونے کا مطلب اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینے کا ہے۔ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے فرمودات کی روشنی میں گزارنے کا نام مسلمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا راز رسول اللہ کی فرمانبرداری میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (الایة)

سو ہمیں اپنی زندگی گزارنے کیلئے قرآن و سنت سے مکمل روشنی حاصل

کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ خاص کر عبادات کیلئے تو وہی طریق کار اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے جو ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اختیار کیا۔ اگر کوئی شخص ذکر و اذکار کی مجلس سجاتا ہے اور اللہ ھو کا ورد سپیکر پر کرتا اور کراتا ہے لیکن اس کی کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہ ہو تو اس کی حیثیت صفر ہے۔ فرمان ہے:

الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا و ھم یحسبون انھم یحسنون صنعا (الایۃ ۱۰۴ الکھف)

ان کے تصورات میں یہ سب بہت ہی اچھی عبادت ہے۔ لیکن حقیقت میں اللہ کے نزدیک ان کی یہ کاوشیں بے فائدہ ہیں۔ کیونکہ یہ طریقہ غیر اسلامی ہے اور انہوں نے نیا راستہ اختیار کیا۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طریقہ عبادت کو چھوڑ کر اپنی راہ اختیار کی اور رسول اللہ کو مذاق کیا۔ لہذا ہماری بریلوی مکتب فکر کے علماء سے درخواست ہے کہ دین کے معاملہ میں ہٹ دھرمی سے کام نہ لیں اور نہ ہی اسے انا کا مسئلہ بنائیں بلکہ لوگوں کی صحیح رہنمائی کریں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طریقہ عبادت کو اپنائیں۔ اسی میں ہماری بھلائی اور نجات ہے۔ عوام کالانعام ہیں۔ انہیں جو بھی بتائیں گے یہ اس پر عمل کریں گے۔ لہذا بڑے مجرم ایسے علماء ہی بنتے ہیں۔ جو لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور انہیں مشقت میں ڈال دیتے ہیں۔ جس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ امید کرنی چاہیے کہ علماء کرام اس پر ہمدردی سے غور فرمائیں گے۔

بیت المال کا قیام ـــــ ایک خوش آئند فیصلہ

موجودہ حکومت نے اپنے منشور میں یہ بات سر فہرست رکھی تھی کہ وہ

پاکستان میں اسلامی قوانین کا نفاذ کرے گی۔ اور لوگوں کو اسلامی نظام عدل اور اسلامی اقتصادی نظام مہیا کر کے پاکستان کو صحیح اسلامی فلاحی مملکت بنا کر صحیح اسلامی معاشرہ قائم کرے گی اور بلا امتیاز رنگ و نسل ضروریات زندگی میسر کرے گی۔ جس میں خوراک، رہائش، تعلیم اور صحت جیسی اہم ضرورتیں سرِفہرست تھیں۔ اس سلسلے میں اگرچہ اب تک کوئی خاص پیش رفت نہیں ہوئی اور صرف وعدوں پر عوام کو بہلایا جاتا رہا ہے۔

لیکن ان مایوس کن حالات میں ایک نہایت ہی خوش کن خبر گذشتہ ماہ سامنے آئی۔ جس میں بیت المال کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ اس سے بڑھ کر مسرت اور اطمینان کی بات یہ ہے کہ بیت المال کے ذمہ داران ایسی شخصیات کو بنایا گیا جن کی امانت اور دیانت مسلمہ ہے اور قوم ہمیشہ عزت و احترام کے ساتھ ان کا نام لیتی ہے۔ خاص کر محترم جناب ڈاکٹر راشد رندھاوا صاحب اور مکرم جناب محمد صلاح الدین صاحب مدیر ہفت روزہ تکبیر کراچی۔

اسلامی حکومت کی اولین ترجیح معاشرے کے ان طبقوں کی طرف ہونی چاہیے جو زیادہ پسماندہ، بے سہارا اور مسکین ہوں۔ ان میں بیوگان، یتیم اور معذور افراد سرفہرست ہیں۔ بیت المال کے وجود میں آنے کے مقاصد بھی یہی ہیں۔ تاکہ یہ لوگ معاشرہ میں باعزت زندگی گزار سکیں۔

ہمیں توقع رکھنی چاہیے کہ حکومت اور بیت المال کے ارباب حل و عقد اس امانت کی ادائیگی میں قرون اولیٰ کی مثال بنیں گے اور اعلیٰ مقاصد کے حصول کیلئے اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں گے۔ عوام الناس سے بھی یہی توقع ہے کہ وہ اس کار خیر میں مکمل تعاون فرمائیں تاکہ معاشرے کے مستحق افراد تک امداد

نتیجہ - اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق دے - آمین